

تمام فضل کے واسطے

نمبر 3479

ایک وعظ

مورخہ جمعرات، 7 اکتوبر، 1915 کو شائع ہوا

خطیب: سی۔ ایچ۔ سپرجن

مقام خطابت: میٹروپولیٹن ٹیبر نیکل، نیونگٹن

"کیونکہ فضل کے ذریعہ تم ایمان کے ذریعے نجات پائے، اور یہ تم سے نہیں، خدا کی عطا ہے۔"

افسیوں 8:2

اُن باتوں میں جو میں نے تم سے برسوں سے کہی ہیں، یہ اُن کی خلاصہ ہے۔ انہی الفاظ کے دائرے میں میری الہیات محصور ہے، جب تک کہ وہ انسانوں کی نجات سے تعلق رکھتی ہے۔ مجھے یہ بھی خوشی ہے کہ میرے خاندان کے وہ بزرگ جنہوں نے میرے سے پہلے مسیح کے مبلغین رہے، یہی تعلیم بیان کرتے رہے، اور کوئی دوسری تعلیم ان کے لیے نہ تھی۔ میرا والد، جو ابھی بھی اپنے رب کے لیے ذاتی گواہی دینے کے قابل ہے، اور نہ ہی اس کے والد نے، کوئی اور تعلیم نہیں جانتا تھا۔

یہ بات میرے ذہن میں اس لیے آئی کہ ایک عجیب و غریب واقعہ، جو میری یادداشت میں محفوظ ہے، اس آیت کو میرے اور میرے دادا سے جوڑتا ہے۔ یہ کافی سال پہلے کی بات ہے۔ مجھے مشرقی علاقوں کے ایک قصبے میں وعظ کے لیے بلایا گیا تھا۔ میں عموماً وقت کی پابندی کرتا ہوں، کیونکہ مجھے یقین ہے کہ وقت کی پابندی چھوٹے نیک اعمال میں سے ہے جو بڑے گناہوں کو روک سکتی ہے۔ مگر ریلوے کی تاخیر اور خرابیوں پر ہمارا اختیار نہیں ہوتا۔ ایسا ہوا کہ میں مقررہ وقت سے کافی دیر سے پہنچا۔

عقل مندوں کی طرح، وہاں کے لوگ اپنی عبادت شروع کر چکے تھے اور وعظ کے مرحلے پر تھے۔ جیسے ہی میں گرجا میں داخل ہوا، دیکھا کہ کوئی خطبہ دے رہا ہے۔ اور وہ مبلغ کون تھا؟ میرا پیارا اور معزز دادا! انہوں نے مجھے دیکھا جب میں دروازے سے آیا اور راہ پر چلتا ہوا آیا، اور فوراً فرمایا، "یہ رہا میرا پوتا! وہ انجیل مجھ سے بہتر بیان کر سکتا ہے، مگر بہتر "انجیل نہیں بیان کر سکتا، کیا کر سکتا ہے چارلس؟"

"میں نے جواب دیا، "آپ مجھ سے بہتر بیان کر سکتے ہیں۔ براہ کرم جاری رکھیں۔ لیکن وہ راضی نہ ہوئے۔ مجھے خطبہ لینا تھا، اور میں نے لیا، وہیں سے جس مقام پر وہ رکے تھے۔ "یہاں،" انہوں نے کہا، "میں 'کیونکہ فضل کے ذریعہ تم نجات پائے' پر وعظ دے رہا تھا۔ میں نجات کے ماخذ اور چشمے کو بیان کر رہا تھا، اور اب میں "انہیں اس کے ذریعے، ایمان کے راستے کو دکھا رہا ہوں۔ اب تم اسے سنبھالو اور آگے بڑھو۔"

میں ان عظیم حقائق کے ساتھ اتنا مانوس ہوں کہ دادا سے خطاب کے دھاگے کو لے کر بغیر کسی رکاوٹ کے اپنے دھاگے سے جوڑ دینا میرے لیے آسان تھا تاکہ ہم ایک ہی وعظ کے شریک مبلغ بن جائیں۔ میں نے کہا، "ایمان کے ذریعہ"، پھر اگلے نکتے "کی طرف بڑھا، "اور یہ تم سے نہیں ہے۔"

اس پر میں انسان کی کمزوری اور نااہلی بیان کر رہا تھا اور یہ بات کہ نجات کبھی بھی ہمارے اپنے بس کی نہیں ہو سکتی، کہ اچانک میرے لباس کی آستین پکڑی گئی، اور میرے محبوب دادا نے دوبارہ گفتگو سنبھالی۔ "جب میں ہماری گمراہ انسانی فطرت "کا ذکر کر رہا تھا،" بزرگ نے فرمایا، "میں اس بات کا سب سے زیادہ جانکار ہوں، عزیز دوستو۔"

پھر انہوں نے تمثیل سنائی اور پانچ منٹ تک ہمارے گم شدہ حال، ہماری فطرت کی بگاڑ اور روحانی موت کی ایک سنجیدہ اور عاجزانہ تصویر کھینچی۔ جب انہوں نے اپنی بات مکمل کی، تو ان کے پوتے کو دوبارہ بات کرنے کی اجازت ملی، دادا کی "خوشی کے لیے، جو کبھی کبھار نرم لہجے میں کہتے، "اچھا! اچھا"

ایک بار انہوں نے کہا، "چارلس، دوبارہ وہی بات انہیں سنا دو۔" اور میں نے ضرور انہیں وہی بات دوبارہ سنائی۔ میرے لیے یہ خوش کن مشق تھی کہ میں ایسے اہم حقائق کی گواہی میں اپنا حصہ ڈالوں جو میرے دل پر گہری مہر ثبت ہیں۔

جب میں اس آیت کا اعلان کر رہا تھا، مجھے وہ عزیز آواز سنائی دی جو زمین سے طویل عرصے سے غائب تھی، کہہ رہی "تھی،" دوبارہ انہیں وہی بات سنا دو۔

میں اُن اباؤ اجداد کی گواہی کی مخالفت نہیں کر رہا جو اب خدا کے حضور ہیں۔ اگر میرا دادا زمین پر واپس آ سکتا تو وہ مجھے اُس جگہ پاتا جہاں میں نے چھوڑا تھا—ایمان میں ثابت قدم اور اُس تعلیم کے اصولوں پر قائم، جو ایک دفعہ مقدسوں کو سونپی گئی تھی۔

—میں اس آیت کو مختصراً بیان کروں گا، چند اقوال کرنے کے لیے۔ پہلا قول واضح طور پر آیت میں مضمر ہے

I
- نجات موجودہ ہے۔

رسول فرماتا ہے، "تم نجات پائے ہو۔" نہ کہ "تم نجات پاؤ گے"، نہ "تم شاید نجات پاؤ"، بلکہ "تم نجات پائے ہو۔" وہ نہیں کہتا، "تم جزوی طور پر نجات پائے ہو"، نہ کہ "نجات کے راستے پر ہو"، نہ کہ "نجات کی امید رکھتے ہو"، بلکہ فرماتا ہے، "بفضل خدا تم نجات پائے ہو۔"

اُوہم بھی اس بات میں اتنے ہی واضح ہوں جتنے وہ تھا، اور کبھی آرام نہ کریں جب تک کہ ہم یقین نہ کر لیں کہ ہم نجات یافتہ ہیں۔

اس وقت ہم یا تو نجات یافتہ ہیں یا نجات یافتہ نہیں۔ یہ واضح ہے۔ ہم کس جماعت میں ہیں؟ میری دعا ہے کہ روح القدس کی گواہی سے ہم اپنی سلامتی کے اس قدر یقین میں ہوں کہ ہم گائیں

"خداوند میرا زور اور میرا نغمہ ہے، اور وہ میرا نجات دہندہ بھی ہوا ہے۔"

اس پر میں طویل نہ ٹھہروں، بلکہ اگلے نکتے کی طرف بڑھوں گا۔

II

- موجودہ نجات لازماً فضل کے ذریعہ ہے۔

اگر ہم کسی شخص یا کسی قوم کے بارے میں کہیں، "تم نجات پائے ہو"، تو ہمیں اس سے پہلے کہنا ہوگا، "بفضل خدا۔" کوئی اور موجودہ نجات نہیں جو فضل سے شروع ہو اور فضل پر ختم نہ ہو۔

جہاں تک میرا علم ہے، میں نہیں جانتا کہ دنیا میں کوئی ایسا شخص ہے جو موجودہ نجات کا واعظ بنے یا دعویٰ کرے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان رکھتے ہیں کہ نجات سب کچھ فضل کی بدولت ہے۔

روم کی کلیسا میں کوئی بھی شخص دعویٰ نہیں کرتا کہ وہ اب نجات یافتہ ہے—کامل اور ابدی طور پر نجات یافتہ۔ ایسا دعویٰ الحاد ہوگا۔ کچھ چند کینہولک شاید امید رکھتے ہیں کہ جب وہ مر جائیں گے جنت میں داخل ہوں گے، لیکن ان میں سے اکثر کے سامنے صفائی کی آگ (پر جیٹری) کا گمبھیر منظر ہے۔ ہم اکثر مرحومین کے لیے دعاؤں کی درخواستیں دیکھتے ہیں، اور یہ اس لیے نہیں کہ وہ روحیں نجات یافتہ اور اپنے نجات دہندہ کے ساتھ جلالی ہوں۔

روحوں کے آرام کے لیے کی جانے والی مسیہ روم کی پیش کردہ نجات کی کمی کو ظاہر کرتی ہیں۔ یہ کیسا ہونا چاہیے، کیونکہ پاپائی نجات اعمال کے ذریعے ہے—اور اگرچہ نیک اعمال کے ذریعے نجات ممکن ہو، پھر بھی کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس نے اتنے اعمال کیے ہیں جو اس کی نجات کی ضمانت ہوں۔

ہماری اُس پاس رہنے والے کئی لوگ ایسے ہیں جو فضل کی تعلیم سے یکسر نا آشنا ہیں—اور یہ لوگ کبھی موجودہ نجات کا تصور بھی نہیں کرتے۔ شاید وہ یہ امید کرتے ہیں کہ جب وہ مر جائیں گے تو نجات پائیں گے۔ کچھ حد تک یہ امید رکھتے ہیں کہ سالوں کی متحرک تقویٰ کے بعد، شاید آخر کار نجات مل جائے، لیکن ابھی نجات پانے اور یہ جاننے کا تصور ان کے لیے دور کا خواب ہے—اور وہ اسے گستاخی سمجھتے ہیں۔

موجودہ نجات کا کوئی تصور نہیں جب تک کہ یہ بنیاد نہ ہو—"بفضل خدا تم نجات پائے ہو۔" ایک بہت ہی عجیب بات ہے کہ کوئی ایسا مبلغ نہیں اٹھا جو اعمال کے ذریعے موجودہ نجات کی تبلیغ کرے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ بہت بے وقوفی ہوگی۔ کیونکہ اعمال نا مکمل ہیں، نجات بھی ناقص ہوگی، یا اگر نجات مکمل ہو تو قانون پسند کا اصل مقصد ختم ہو جائے گا۔

نجات لازماً فضل کے ذریعے ہی ہونی چاہیے۔ اگر انسان گناہ کے سبب ہلاک ہو گیا، تو وہ خدا کے فضل کے بغیر کیسے نجات پا سکتا ہے؟ اگر اس نے گناہ کیا ہے تو وہ مذمت کا مستحق ہے—وہ خود اپنی مذمت کو کیسے بدل سکتا ہے؟ فرض کرو کہ وہ اپنی زندگی کے باقی دنوں میں تمام قانون کی پیروی کرے، تب بھی وہ صرف وہی کام کرے گا جو اس پر لازم تھا، اور پھر بھی وہ

ایک بے کار غلام ہی رہے گا۔ ماضی کا کیا بنے گا؟ پرانے گناہ کیسے مٹائے جائیں گے؟ پرانا نقصان کیسے پورا کیا جائے گا؟ کتاب مقدس اور عقل دونوں کے مطابق نجات صرف خدا کی مفت عنایت سے ہو سکتی ہے۔

موجودہ نجات خدا کی مفت عنایت کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ لوگ اعمال کے ذریعے نجات کا دعویٰ کر سکتے ہیں، لیکن آپ کسی کو یہ نہیں سنیں گے کہ وہ کہے، "میں خود اپنے کیے ہوئے کاموں کے سبب نجات پایا ہوں۔" یہ ایک ایسی گستاخی ہوگی جس کا کسی میں حوصلہ نہیں ہوگا۔ غرور ایسے بے حد مبالغہ آرائی کے ساتھ خود کو گھیر نہیں سکتا۔ نہیں، اگر ہم نجات پائے ہیں، تو وہ خدا کی مفت عنایت سے ہے۔ کوئی ایسا شخص نہیں جو اس کے برعکس دعویٰ کرے۔

نجات کو کامل ہونے کے لیے لازم ہے کہ وہ خدا کی مفت عنایت سے ہو۔ جب قدیسین موت کے قریب پہنچتے ہیں، تو وہ اپنی زندگی کا اختتام کبھی بھی اپنے نیک اعمال پر امید رکھتے ہوئے نہیں کرتے۔ جو سب سے مقدس اور مفید زندگی گزار چکے ہوتے ہیں، وہ اپنی آخری گھڑیوں میں بلا استثنا آزاد فضل کی طرف دیکھتے ہیں۔ میں نے کبھی کسی نیک بندے کے بستر کے پاس ایسا نہیں دیکھا کہ وہ اپنے ہی دعاوں، توبہ، یا مذہبیت پر کوئی اعتماد رکھتا ہو۔

میں نے بابرکت اور مقدس لوگوں کو موت کے وقت ان کلمات کو دہراتے سنا ہے، "مسیح یسوع گناہ گاروں کو بچانے کے لیے دنیا میں آیا۔" حقیقت یہ ہے کہ جتنے قریب لوگ جنت کے ہوتے ہیں اور جتنا زیادہ وہ اس کے لیے تیار ہوتے ہیں، اتنا ہی سادہ اور خالص ہوتا ہے ان کا اعتماد رب یسوع کے حق میں—اور اتنا ہی شدید نفرت رکھتے ہیں وہ خود پر اعتماد کرنے سے۔

اگر یہ بات ہماری آخری لمحات میں، جب جد و جہد تقریباً ختم ہو چکی ہو، سچ ہے، تو ہمیں جنگ کے دوران بھی یہی احساس ہونا چاہیے۔ اگر کوئی آدمی اس زمانے میں، اس لڑائی کے وقت مکمل طور پر نجات یافتہ ہے، تو وہ کیسے ہو سکتا ہے سوائے فضل کے؟ جب وہ اپنے اندر بسی ہوئی گناہوں پر روتا ہے، بے شمار کمیوں اور خطاؤں کا اقرار کرتا ہے، جب اس کے تمام اعمال میں گناہ مغلط ہو، تو وہ کیسے یقین کر سکتا ہے کہ وہ مکمل طور پر نجات یافتہ ہے سوائے خدا کی مفت عنایت کے؟

پولس اس نجات کو افسیوں کی نسبت سے بیان کرتا ہے، "بفضل خدا تم نجات پائے ہو۔" افسیوں کو جادوگری اور پیش گوئی کے فنون کا شوق تھا، اور انہوں نے اس طرح تاریکی کی طاقتوں کے ساتھ معاہدہ کر لیا تھا۔ اگر ایسے لوگ نجات پاتے ہیں، تو وہ صرف فضل کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ ہمارے ساتھ بھی یہی حال ہے—ہمارا اصل حال اور طبیعت یہ یقینی بناتی ہے کہ اگر ہم نجات پائیں بھی تو وہ خدا کی مفت عنایت کا ہی قرض ہوگا۔ میں اپنے ہی حال سے جانتا ہوں کہ یہ سچ ہے اور مجھے یقین ہے کہ باقی مومنین کے لیے بھی یہی قانون درست ہے۔

—یہ بات کافی واضح ہے، لہذا میں اگلی نکات کی طرف بڑھتا ہوں

III

موجودہ نجات فضل کے ذریعے ایمان کے ذریعے ہونی چاہیے۔

موجودہ نجات لازماً فضل کے ذریعے ہونی چاہیے، اور فضل کے ذریعے نجات ایمان کے ذریعے ہونی چاہیے۔ تم فضل کے وسیلہ نجات کو ایمان کے بغیر حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ زندہ انگارہ، جو مذہب سے نکالا گیا ہے، ایمان کے سنہری چمٹوں کی محتاج ہے تاکہ اسے اٹھایا جا سکے۔ میں سوچتا ہوں کہ اگر خدا نے چاہا ہوتا تو نجات اعمال کے ذریعے بھی ہو سکتی تھی، اور پھر بھی فضل کی بدولت، کیونکہ اگر آدم نے خدا کے قانون کی کامل اطاعت کی ہوتی، تب بھی وہ صرف وہی کام کر رہا ہوتا جو اس پر لازم تھا—اور اگر خدا نے اسے انعام دیا ہوتا، تو وہ انعام بھی فضل کے مطابق ہوتا—کیونکہ خالق کا مخلوق پر کوئی قرض نہیں۔

یہ ایک بہت ہی مشکل نظام ہوتا، چاہے اس کا مقصد کامل ہو، لیکن ہمارے معاملے میں یہ بالکل بھی کارگر نہیں۔ ہمارے لیے نجات کا مطلب گناہ اور بربادی سے نجات ہے، اور یہ نجات کسی نیک عمل سے حاصل نہیں کی جا سکتی، کیونکہ ہم ایسے حالات میں نہیں ہیں کہ کوئی نیک کام کر سکیں۔

فرض کرو کہ مجھے یہ تبلیغ کرنی پڑے کہ تم گناہ گار ہو، تمہیں کچھ اعمال کرنے ہوں گے تب جا کر تم نجات پاؤ گے؟ اور فرض کرو کہ تم وہ اعمال انجام دے سکو۔ ایسی نجات کبھی بھی مکمل طور پر فضل کی نہ سمجھی جائے گی—یہ جلد ہی قرض کی مانند معلوم ہو گی۔ ایسی نجات تمہیں کچھ حد تک اعمال کی جزا کے طور پر ملے گی اور اس کی پوری حالت بدل جائے گی۔

فضل کی بدولت نجات کو صرف ایمان کے ہاتھوں سے تھاما جا سکتا ہے۔ قانون کے کچھ اعمال کر کے نجات کو پکڑنے کی کوشش سے فضل ماند پڑ جائے گا۔ "پس یہ ایمان کے ذریعے ہے تاکہ فضل سے ہو۔" "اگر فضل سے ہے، تو یہ اعمال کی وجہ سے نہیں: ورنہ فضل فضل نہیں رہا۔ اور اگر یہ اعمال سے ہے، تو یہ فضل نہیں رہا: ورنہ عمل عمل نہیں رہا۔"

کچھ لوگ نجات کو فضل کے ذریعہ پانے کے لیے رسومات کا سہارا لیتے ہیں—لیکن یہ کام نہیں آتا۔ تمہارا تعمید دیا جاتا ہے، تم کیتھیڈرل میں تصدیق کرتے ہو، اور تمہیں پادری کے ہاتھوں "مقدس تعظیم" ملتی ہے۔ یا تم ہیٹسمہ لیتے ہو، کلیسا میں شامل ہوتے ہو، خداوند کی میز پر بیٹھتے ہو۔ کیا یہ تمہیں نجات دیتا ہے؟ میں تم سے پوچھتا ہوں، "کیا تمہیں نجات حاصل ہے؟" تم ہمت نہیں کرو گے کہ "ہاں" کہو۔ اگر تم کسی قسم کی نجات کا دعویٰ بھی کرو، تو میں پر اعتماد ہوں کہ وہ فضل کے ذریعہ کی نجات نہیں ہوگی۔

پھر، تم نجات کو فضل کے ذریعہ اپنی محسوسات کے ذریعے بھی نہیں تھام سکتے۔ ایمان کا ہاتھ موجودہ فضل کی نجات کو پکڑنے کے لیے بنایا گیا ہے، لیکن محسوسات اس کام کے لیے مناسب نہیں۔ اگر تم کہیں، "مجھے یہ محسوس کرنا ہوگا کہ میں نجات پا چکا ہوں۔ مجھے اتنا دکھ اور اتنی خوشی محسوس کرنی ہوگی، ورنہ میں نجات قبول نہیں کروں گا،" تو تم پاؤ گے کہ یہ طریقہ کارگر نہیں ہوگا۔

جیسے تم کانوں سے دیکھنے کی امید نہ رکھو، یا آنکھوں سے چکھنے کی، یا ناک سے سننے کی، اسی طرح اپنے محسوسات پر ایمان لانے کی کوشش بھی غلط اعضاء کے ذریعہ ایمان لانے کے مترادف ہے۔ جب تم ایمان لے آؤ گے، تب تم اپنے محسوسات سے اُس نجات کے آسمانی اثرات کا لطف اٹھا سکتے ہو۔ لیکن اپنی محسوسات کے ذریعہ نجات کو پکڑنے کا خواب دیکھنا اتنا ہی بے وقوفانہ ہے جتنا کہ ہاتھ کی ہتھیلی میں سورج کی روشنی یا ہلکوں کے درمیان آسمان کی ہوا کو بند کرنے کی کوشش کرنا۔ اس پورے معاملے میں ایک ناگزیر بے معنی پن پایا جاتا ہے۔

مزید برآں، محسوسات کی گواہی نہایت متغیر اور بے اعتبار ہوتی ہے۔ جب تمہارے محسوسات پر سکون اور خوشگوار ہوتے ہیں، وہ جلد ہی بگڑ کر بے چین اور افسردہ ہو جاتے ہیں۔ سب سے نازک عناصر، سب سے کمزور مخلوق، سب سے ذلیل حالات ہمارے جذبات کو نیچا دیکر یا بلند کر سکتے ہیں۔ تجربہ کار لوگ اپنی موجودہ محسوسات پر کم و بیش اعتماد کرنا سیکھ جاتے ہیں کیونکہ وہ جان چکے ہوتے ہیں کہ ان پر کوئی مستقل بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

ایمان خدا کے فضل کی راہ اور اس کے بخشش کے وعدے کو قبول کرتا ہے اور یوں ایمان لانے والے کے لیے نجات لاتا ہے۔ لیکن محسوسات، جو جذباتی التجاؤں میں گرم ہو کر، اپنی حقیقت کا تجزیہ کیے بغیر بے قابو امیدوں کو اپنا لیتے ہیں، ایک طرح کے دیوانہ وار رقص میں گھومتے رہتے ہیں جو ان کی بقاء کے لیے لازم ہو چکا ہوتا ہے، وہ سب ایک ہلچل میں مبتلا ہوتے ہیں، جیسے گھبرا ہوا سمندر جو سکون سے نہیں رہ سکتا۔

اپنی تلاطم اور غصے سے، محسوسات سرد مزاجی، مایوسی، ناامیدی اور ان جیسے تمام برے حالوں کی طرف گرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ محسوسات بادلوں، ہواؤں سے بھری ایک ایسی کیفیت ہیں جن پر خدا کے دائمی حقائق کے سلسلے میں بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

—اب ہم ایک قدم آگے بڑھتے ہیں

IV

فضل کے ذریعے، ایمان کے ذریعے، نجات ہم سے نہیں ہے۔

نجات، اور ایمان، اور سارا فضل کا کام، سب ہمارے اپنے نہیں ہیں۔ سب سے پہلے، یہ ہمارے سابقہ مستحق کاموں کے بدلے نہیں ہیں—یہ ہمارے پچھلے نیک اعمال کا بدلہ نہیں ہیں۔ کوئی بھی غیر مولود روحانی ایسا نہیں ہے جو اتنا نیک زندگی بسر کرے کہ خدا اس پر مزید فضل نازل کرنے اور ہمیشہ کی زندگی عطا کرنے کا پابند ہو۔ ورنہ یہ فضل نہ رہے گا، بلکہ قرض بن جائے گا۔ نجات ہمیں دی جاتی ہے، ہم اسے کما نہیں سکتے۔ ہماری پہلی زندگی ہمیشہ خدا سے بھٹکنا ہے اور ہماری نئی زندگی خدا کی طرف لوٹنا ہمیشہ ایک نا مستحق رحم کا کام ہے، جو ان پر کیا جاتا ہے جو بہت محتاج ہیں، مگر کبھی اس کے مستحق نہیں۔

یہ ہمارے اپنے نہیں ہیں۔ ایک وسیع معنی میں، یہ ہماری اصلیت کی خوبیوں سے نہیں آتے۔ نجات اوپر سے آتی ہے۔ یہ کبھی بھی اندر سے پیدا نہیں ہوتی۔ کیا ہمیشہ کی زندگی موت کی ہڈیوں سے نکل سکتی ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مسیح میں ایمان اور نیا جنم صرف ان اچھائیوں کی نمو ہے جو فطرت میں ہمارے اندر چھپی ہوئی ہیں۔ لیکن اس میں وہ اپنے والد کی مانند اپنی باتیں کر رہے ہیں۔

اے صاحبان، اگر قہر کا وارث ترقی پائے، تو وہ شیطان اور اس کے فرشتوں کے لیے تیار کردہ جگہ کے لیے اور بھی زیادہ لائق ہو جائے گا! تم غیر مولود انسان کو لے کر اس کی سب سے اعلیٰ تعلیم کروا سکتے ہو، لیکن وہ گناہ میں مردہ ہی رہے گا جب تک کہ کوئی اعلیٰ طاقت اسے خود سے بچانے کے لیے نہ آئے۔

فضل دل میں بالکل غیر متعلقہ عنصر لاتا ہے۔ یہ بہتر نہیں بناتا اور نہ قائم رکھتا۔ یہ مار دیتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔ فطرت کی حالت اور فضل کی حالت میں کوئی تسلسل نہیں ہے۔ ایک اندھیرا ہے اور دوسرا نور۔ ایک موت ہے اور دوسرا حیات۔ فضل، جب ہمارے پاس آتا ہے، تو ایسا ہے جیسے آگ کی جلتی ہوئی لکڑی سمندر میں گر جائے، جو یقیناً بجھ جائے گی اگر یہ ایسا معجزاتی نہیں ہوتا کہ پانی کے طوفان کو چکرا دے اور اپنی آگ اور روشنی کی بادشاہی گہرائیوں میں بھی قائم کر دے۔ فضل کے ذریعہ، ایمان کے ذریعے نجات ہمارے اپنے ہونے کی حیثیت سے نہیں ہے، یعنی یہ ہمارے اپنی طاقت کا نتیجہ نہیں ہے۔ ہمیں نجات کو ویسا ہی ایک الہی عمل سمجھنا چاہیے جیسا کہ مخلوق، یا تدبیر، یا قیامت۔ نجات کے ہر عمل میں یہ کلام "درست ہے۔" تمہارے اپنے سے نہیں۔

پہلے اس کی خواہش سے لے کر ایمان کے ذریعہ اس کی مکمل قبولیت تک، یہ ہمیشہ صرف خدا کی طرف سے ہے، نہ کہ ہمارے اپنے سے۔ انسان ایمان لاتا ہے، لیکن وہ ایمان خدا کی طرف سے انسان کی روح میں داخل کیے جانے والے الہی حیات کے بہت سے نتائج میں سے ایک ہے۔

یہاں تک کہ فضل کے ذریعہ نجات پانے کی مرضی بھی ہمارے اپنے نہیں، بلکہ خدا کا عطا کردہ تحفہ ہے۔ یہی سوال کا اصل نکتہ ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ یسوع پر ایمان لائے۔ یہ اس کی فرض شناسی ہے کہ وہ اُس کو قبول کرے جسے خدا نے گناہوں کے لیے کفارہ مقرر فرمایا ہے۔ لیکن انسان یسوع پر ایمان نہیں لائے گا۔ وہ اپنے نجات دہندہ پر ایمان کی بجائے کچھ بھی پسند کرتا ہے۔ جب تک کہ خدا کا روح اس کے عقل کو قائل نہ کرے اور اس کی مرضی کو مجبور نہ کرے، انسان کے دل میں یسوع پر ایمان لانے کی صلاحیت نہیں ہوتی جو اسے ابدی زندگی دے۔

میں ہر نجات یافتہ شخص سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنی تبدیلی کی گھڑی کی طرف پلٹ کر دیکھے اور بیان کرے کہ یہ کیسے ہوئی۔ تم نے مسیح کی طرف رجوع کیا اور اُس کے نام پر ایمان لایا۔ یہ تمہارے اپنے اعمال و افعال تھے۔ لیکن تمہیں رجوع کرنے پر کس چیز نے مجبور کیا؟ کون سی مقدس قوت تھی جس نے تمہیں گناہ سے راستبازی کی طرف موڑا؟ کیا تم اس واحد تجدید کو اپنے اندر کسی بہتر چیز کی موجودگی کا منسوب کرتے ہو، جو تمہارے غیر نجات یافتہ پڑوسی میں ابھی تک دریافت نہیں ہوئی؟

نہیں، تم اقرار کرتے ہو کہ تم بھی وہی ہو سکتے تھے جو وہ اب ہے اگر ایسا نہ ہوتا کہ کوئی طاقتور چیز تمہاری مرضی کے چشمے کو چھو گئی، تمہارے عقل کو منور کیا، اور تمہیں صلیب کے قدموں کی طرف راہنمائی دی۔ ہم شکرگزاری کے ساتھ اس حقیقت کا اقرار کرتے ہیں۔ یہ لازم ہے کہ ایسا ہو۔ فضل کے ذریعہ، ایمان کے ذریعے نجات ہمارے اپنے نہیں ہے، اور ہم میں سے کوئی بھی اپنی تبدیلی یا کسی بھی رحمت بھرے عمل پر جو پہلی الہی وجہ سے نکلا ہو، اپنی طرف سے کوئی عزت لینے کا خواب بھی نہیں دیکھے گا۔

اور آخر میں

V.

"بفضل ایمان کے ذریعہ نجات پاتے ہو، اور یہ نہ اپنے آپ سے ہے: یہ خدا کا عطیہ ہے۔"

نجات کو خدا کا تحفہ یعنی تھیودورا کہا جا سکتا ہے۔ اور ہر نجات پانے والی جان کو دروتھیہ کا لقب دیا جا سکتا ہے، جو اسی اظہار کی ایک اور صورت ہے۔ اپنی باتوں کو بڑھاؤ اور اپنی تفسیرات کو وسعت دو، مگر نجات کا اصل سرچشمہ وہ ان کہی عنایت ہے، وہ آزاد، بے حد محبت کی رحمت ہے۔

نجات خدا کا تحفہ ہے، نہ کہ مزدوری کا حق۔ جب آدمی کسی کو اس کی مزدوری دیتا ہے، تو وہ حق دیتا ہے اور کوئی اسے اس پر ملامت نہیں کرتا۔ لیکن ہم خدا کی تعریف کرتے ہیں کہ نجات قرض کی ادائیگی نہیں بلکہ فضل کا تحفہ ہے۔ کوئی بھی آدمی زمین پر یا جنت میں اپنی محنت کی مزدوری کے طور پر ابدی زندگی میں داخل نہیں ہوتا، بلکہ یہ خدا کا تحفہ ہے۔ ہم کہتے ہیں، "کوئی چیز تحفے سے زیادہ آزاد نہیں۔" نجات خدا کا ایسا خالص، بالکل آزاد تحفہ ہے کہ اس سے زیادہ آزادی کوئی نہیں ہو سکتی۔

خدا اسے اس لیے دیتا ہے کیونکہ وہ دینے کا ارادہ رکھتا ہے، اس عظیم آیت کے مطابق جس نے کئی انسانوں کو غضب میں ہونٹ کاٹنے پر مجبور کیا ہے: "میں جس پر رحم کرنا چاہوں گا، رحم کروں گا۔ اور جس پر شفقت کرنا چاہوں گا، اس پر شفقت کروں گا۔" تم سب قصوروار اور ملامت شدہ ہو، اور عظیم بادشاہ اپنی مرضی سے تم میں سے جسے چاہتا ہے معاف کرتا ہے۔ یہی اُس کا شاہی حق ہے۔ وہ لا محدود فضل کی خودمختاری میں نجات دیتا ہے۔

نجات خدا کا تحفہ ہے۔ یعنی مکمل طور پر، اس خیال کے برعکس کہ یہ کوئی اندرونی ترقی ہے۔ نجات کسی فطری عمل کا نتیجہ نہیں بلکہ آسمانی ہاتھوں سے دل میں بویا ہوا ایک بیرونی تحفہ ہے۔ نجات پوری طرح خدا کا دیا ہوا تحفہ ہے۔ اگر تم اسے

قبول کرو، تو وہ مکمل ہے۔ کیا تم اسے ایک کامل تحفے کے طور پر لینا چاہو گے؟ "نہیں، میں اپنی محنت سے اسے تیار کروں گا۔"

تم ایسی نایاب اور مہنگی چیز نہیں بنا سکتے، جس کے لئے حتیٰ کہ یسوع نے اپنی جان کا خون بہایا۔ یہ وہ چُہلے بغیر سلے ہوئے لباس کی مانند ہے جو اوپر سے نیچے تک بُنا گیا ہے۔ یہ تمہیں ڈھانپے گا اور تمہیں جلال بخشے گا۔ کیا تم اسے قبول کرو گے؟ "نہیں، میں خود اپنا کپڑا بُناؤں گا!" اے مغرور بیوقوف! تم جال بُنتے ہو، خواب بنتے ہو۔ ہائے! کاش تم آزادانہ طور پر وہ لے لو جو مسیح نے صلیب پر مکمل کر کے اعلان فرمایا۔

یہ خدا کا تحفہ ہے۔ یعنی یہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہے، ان تحفوں کے برعکس جو لوگ دیتے ہیں اور جو جلدی ختم ہو جاتے ہیں۔ "جیسے دنیا دیتی ہے، ویسا نہیں بلکہ میں تمہیں دیتا ہوں،" ہمارے خداوند یسوع نے فرمایا۔ اگر میرا خداوند یسوع تمہیں اس لمحے نجات دیتا ہے، تو تمہارے پاس ہے اور ہمیشہ کے لئے ہے۔ وہ اسے کبھی واپس نہیں لے گا—اور اگر وہ تم سے نہ لے، تو کون لے سکتا ہے؟ اگر وہ اب ایمان کے ذریعہ تمہیں نجات دیتا ہے، تو تم نجات یافتہ ہو—ایسی نجات کہ تم کبھی فنا نہ ہو، اور نہ ہی کوئی تمہیں اُس کے ہاتھ سے چھین سکے۔ یہ ہم سب پر بھی ایسا ہو! آمین۔